پیغام آفاقی کی کہانیوں میں حقیقی واقعات کی تصویر کشی

ڈاکٹر محمد تفسیر اعظم گوہر

مدھوبنی، بہار

ملخص

پیغام آفاقی اردو ادب کا ایک معتبر نام ہے۔انہوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا۔لیکن ان کی شہرت ناول نگار کی حیثیت سے ہوئی۔انہوں نے بیک وقت شاعری کے ساتھ ساتھ افسانہ و ناول تخلیق کیے۔دنیائے ادب میں ان کی مقبولیت ناول ''مکان'' سے مانی جاتی ہے۔پیغام آفاقی کا دوسرا ناول ''پلیتہ'' بھی قاری کے درمیان موضوعِ گفتگو رہا۔ناول کے علاوہ ان کے افسانوی مجموعہ ''مافیا'' نے شہرت کی بلندی حاصل کی ہے۔وہیں شعری مجموعہ ''درندہ'' میں زندگی کی حقیقتوں کو اجاگر کرنے والی نظمیں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔اس مضمون میں پیغام آفاقی کے افسانوی مجموعہ ''مافیا'' کے چند افسانوں پر گفتگو کی جائے گی۔پیغام آفاقی کے تحریروں میں معاشرے کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے۔یہ موضوعات ان کے افسانے، ناولوں اور نظموں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔پیغام آفاقی کے یہاں واقعات بھی ہیں، تجربات بھی۔ان کے تجربات معاشرتی واقعات سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ان کی خوبی رہی ہے کہ افسانے مختصر تحریروں میں قلم بند کرتے ہیں اور ان کی کہانی معاشرے کی گندگیوں سے آگاہ کراتی ہے۔افسانہ نگار کسی بھی موضوع پر قلم چلانے سے پہلے اس واقعہ کی تہہ تک جانے کی کوشش کرتا ہے

☆☆☆☆☆

افسانوی مجموعہ ''مافیا'' پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔تمام حصے الگ الگ عنوان سے پیش کیے گئے ہیں۔ مجموعہ میں کل 26 افسانے شامل ہیں۔حصہ اول کا پہلا افسانہ ''بھوک اور جولا موکھی'' کے نام سے ہے۔اس افسانے میں تاریخ کی شکست و ریخت پر مبنی ایک علامتی کہانی پیش کی گئی ہے۔''کیڑے کا دوسرا جنم'' پیغام آفاقی کا اہم افسانہ تسلیم کیا جاتا ہے۔اس کہانی میں نئی چیزوں کو پرکھنے اور جاننے کا تجسس بیان ملتا ہے۔افسانہ کا مرکزی

کردار شامو ہے۔ اسے کتابوں سے بڑی دلچسپی ہوا کرتی ہے۔ شامو اپنی دلچسپی کی تسکین کو پورا کرنے کے لیے تمام طرح کے موضوعات کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ جن میں سائنسدانوں کی بایوگرافی، امام حسین کی شہادت، سقراط کے حالتِ زندگی، حضرت محمدﷺ کے غارِ حرا کا واقعہ وغیرہ شامل ہیں۔ شامو ایک ایسا انسان ہے کہ وہ جس بھی موضوع پر مطالعہ کرتا خود کو اسی کردار میں ڈھالنے کی کوشش کرتا۔ سائنسدانوں کو پڑھتا تو سائنسداں بننے کی کوشش کرتا، اگر دانشوروں کو مطالعہ میں لاتا تو خود کو دنیا کا سب سے عظیم دانشور بننے کی خواہش کرتا۔ شامو نے اپنے اس خواہش کے سلسلے میں بہت سے لوگوں سے گفتگو بھی کی لیکن کسی نے اس کی ان باتوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دی بلکہ لوگ اس سے صرف اس لیے باتیں کرتے کہ اس کا وقت کٹ سکے۔ شامو ہمیشہ معاشرے سے منفرد کام کرنا چاہتا تھا وہ لوگوں میں اپنی الگ شناخت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی کئی کہانیاں مختلف رسائل میں شائع بھی کروائی۔ افسانہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''ایک دن اس نے ایک تازہ کہانی لکھی جو کتابی نہیں تھی اور خیالی بھی نہیں تھی بلکہ اس کے دل و دماغ میں اٹھنے والے جذبات اور تخلیقی کیفیات سے نکلی ہوئی ایک خوبصورت اور طاقتور کہانی تھی۔ اس نے یہ کہانی اپنے ایک دوست کو بھیجی جو ایک موقر رسالے کا مدیر تھا۔'' (افسانہ، کیڑے کا دوسرا جنم، ص، 35)

شامو کی یہ منفرد کہانی شائع نہیں ہوئی کیونکہ یہ کہانی اس کے دل و دماغ میں اٹھنے والے جذبات کی پیداوار تھی۔ شامو کے دوست نے اس کہانی کو لوٹاتے ہوئے یہ بات لکھی کہ:

> ''کچھ ایسا لکھو جو تمہارے ساتھ باہر کی دنیا میں ہوا ہو اور بالکل اسی طرح لکھو جس طرح ہوا ہو۔ اس میں فن کی چاشنی وغیرہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو۔'' (ایضاً، ص، 35)

شامو نے اپنی کہانی میں کیا لکھا کسی کو نہیں معلوم لیکن اس کی سوچ اور فکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کہانی اس کی اپنی تمام کہانیوں اور دوسرے قلم کاروں سے مختلف تھی۔ اس کہانی کے موضوعات، معاشرے میں رونما ہونے والے واقعات سے الگ تھے۔ جو انسانی جذبات کی ترجمانی کرنے کے بجائے صرف شامو کے جذبات کی ترجمانی

تھی۔رسالہِ مدیر کے خط سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کہانی صرف اورصرف شامو کے ذہن کی پیداوار تھی۔مدیر کا مطالبہ تھا کہ کہانی ایسی ہو کہ قاری کو پڑھنے کے بعد احساس ہو جائے کہ یہ کہانی خوداس کی زندگی سے جڑی ہوئی ہے۔وہیں قاری کوآپ بیتی یا جگ بیتی لگنے لگے۔

اسی مجموعہ کی ایک بہترین کہانی ''پیتل کی بالٹی'' ہے۔اس افسانہ کا موضوع ایک عوت کی زندگی پر مبنی ہے۔جس کی حرکتیں بچوں جیسی ہے۔وہ عورت اپنی تمام خواہشوں کو جائز اوراپنے اعمال کو بہتر سمجھتی ہے۔اس کہانی کا لب ولباب کچھ اس طرح سے پیش کیا گیا ہے۔وہ شوہر سے شکوہ کرتی ہے کہ اس گھر میں تمہاری مرضی چلتی ہے۔جوتم چاہتے ہووہ کرتے ہو۔ خاوند جواب دیتا ہے کہ اس گھر کی بیشتر چیزیں تمہاری پسند سے خریدتا ہوں،اس پروہ جواب دیتی ہے کہ یہ تمام چیزیں تم نے اس وقت نہیں لیں جب میں نے کہا بلکہ اس وقت لیں یا بنائیں جب تمہاری مرضی ہوئی۔وہ شوہر کی تمام خوبیوں کونظر انداز کرتی ہے۔وہ اکثر و بیشتر بحث ومباحثہ کے لیے بہانہ تلاش کرتی رہتی ہے۔افسانہ نگار اس کہانی کے عنوان کا نقطہ نظر افسانہ کے آخر میں دیکھانے کی کوشش کی ہے۔جب افسانہ کا اختتام ہوتا ہے تو باتھ روم سے نکلتے ہوئے شور کھن،کھن،چھن،چھن،سے شوہر کی آنکھ نیند سے بیدار ہوتی ہے۔جب شوہر باتھ روم میں جاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ پلاسٹک کی بالٹی ایک طرف رکھی ہوئی ہے اور پیتل کی بالٹی سے کپڑا صاف کیا جارہا ہے۔گھر میں واشنگ مشین ہونے کے باوجوداس کی بیوی اس لیے بچکانہ حرکت کرتی ہے کہ خاوند نیند پوری نہ کرسکے۔اس افسانہ کا پلاٹ بہت ہی ڈھیلا ڈھالا ہے وہیں یہ کہانی موضوع کے لحاظ سے بھی کمزور ہے۔افسانہ نگار نے ''پیتل کی بالٹی'' کے ذریعہ صرف اتنا بتانے کی کوشش کی ہے کہ شادی کے بعد گھریلو زندگی کا سکون شریک حیات پر ہی منحصر ہوتا ہے۔

افسانہ ''مسافر'' دہشت گردی پر مبنی ہے۔کہانی میں انسان نما درندوں کی تصویر کشی کی گئی ہے۔یہ دہشت گرد کہیں بھی کسی بھی جگہ ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔دہشت گرد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا لیکن خود کا ایک مذہب بنا رکھا ہے کہ اگر مسلم ہیں تو دوسرے مذاہب کے لوگوں کو مارنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔وہیں دوسرے ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں تو اپنے سے مختلف مذاہب کے لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔افسانہ کا مرکزی کردار اسلم ہے جو بس کا ایک مسافر ہے۔کچھ وقفے کے بعد بس میں ہتھیار بند لوگ آجاتے ہیں۔جو ہندوؤں کی شناخت کر کے ان کا قتل کردیتے ہیں۔اسلم مسلم ہے اس لیے اس کے جان کو کسی طرح کوئی خطرہ لاحق نہیں۔وہ تمام مسافروں کے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔لیکن اچانک جب دہشت گرد لوگوں کو گولی کا نشانہ بناتے ہیں تو اسلم جلدی سے اس معصوم بچی کو گود میں لے کر بلند آواز میں کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔تب دہشت گردوں کو احساس ہوتا ہے کہ اس نے مسلم بچی پر گولی چلادی اور وہ اس بچی کی جان بخش دیتے ہیں کہ یہ اسلم کی بچی ہے۔لیکن مسافر بچی اقرار کرتی ہے کہ وہ اسلم کو

نہیں جانتی ہے بلکہ اس کی بس میں ہی ملاقات ہوئی ہے۔ دہشت گرد اسلم سے سوالات کرتے ہیں۔ افسانہ کا اقتباس ملاحظ ہو:

> ''تم مسلمان ہو؟
> تم مسلمان ہو ایک نے زور سے چیخ کر پوچھا
> ہم سب مسافر تھے اس کی آواز کمزور پڑ گئی لیکن لب پھر پھڑائے
> ہم بس میں جا رہے تھے اور یہ کہتے ہوئے اس کا سر لڑھک گیا۔
> دہشت گرد اسے دیکھتے رہ گئے۔
> جو مسافر اسلم کے بعد کھڑے تھے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔''
> (افسانہ، مسافر، ص،112)

اسلم بس کے مسافروں کو دہشت گردوں سے بچانے کے لیے غور و فکر کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنے مذہب کے بارے میں نہیں بتاتا بس اتنا کہتا ہے کہ وہ مسافر تھا، ہم سب مسافر تھے۔ اسلم خود کو نہیں بچا پاتا لیکن اپنے بعد کے مسافروں کی جان بچالیتا ہے۔ افسانہ نگار اس کہانی کے ذریعہ ہمیں بتانے کی کوشش کی ہے کہ ایک طرف مسلمان دہشت گرد ہے تو دوسری جانب ایک مسلم شخص بس کے تمام مسافروں کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلم کو مذہب سے زیادہ فکر انسانی جان کی تھی اس لیے وہ خود کو قربان کر دیتا ہے اور انسانیت کی جان بچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مصنف نے افسانہ ''مسافر'' میں معاشرے کی حقیقی تصویر کشی کی ہے۔ بقول پیغام آفاقی:

> ''میری ذاتی زندگی میں یا میرے مشاہدے میں جب کوئی ناگوار واقعہ ہوتا ہے تو میں اس سے دکھی ہونے کے بجائے اس واقعے کے ٹیڑھے پن کا گہرا تجزیہ کرتا ہوں اور اپنی تحریر کا موضوع بناتا ہوں تاکہ جہاں جہاں یہ مخصوص ٹیڑھا پن دوسرے انسانوں کی زندگی میں بیماری کی طرح گھس کر تکلیفوں کے جال کو بڑھا رہا ہو وہاں تک مکمل طور پر اس بیماری کا تجزیہ کر کے اسے انسانی نسل کے سامنے ایک چیلنج کے طور پر پیش کر سکوں۔''(افسانہ مافیا،ص،12)

پیغام آفاقی کے تحریروں میں معاشرے کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے۔ یہ موضوعات ان کے افسانے، ناولوں اور نظموں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ پیغام آفاقی کے یہاں واقعات بھی ہیں، تجربات بھی۔ ان کے تجربات

معاشرتی واقعات سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ان کی خوبی رہی ہے کہ افسانے مختصر تحریروں میں قلم بند کرتے ہیں اور ان کی کہانی معاشرے کی گندگیوں سے آگاہ کراتی ہے۔افسانہ نگار کسی بھی موضوع پر قلم چلانے سے پہلے اس واقعہ کی تہہ تک جانے کی کوشش کرتا ہے۔آپ کے افسانوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ لکھنے کے لیے بہت ہی غور فکر کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ ان کے قلم کا حصہ ہے،ان کی خاصیت یہ رہی ہے کہ تحریروں کی تعداد سے زیادہ موضوعات پر فوقیت دینا بہتر سمجھتے ہیں۔ان ہی وجوہات کی بنا پر اپنے ہم عصروں میں پیغام آفاقی نے اپنی الگ شناخت قائم کی ہے۔